یہ جہاں کتنا پُر اسرار جہاں ہے یارب!

رئیس امروہوی

۱

یہ جہاں کتنا پُر اسرار جہاں ہے یارب!
کہ ہر اک رازِ عیاں ترِ نہاں ہے یارب!
محرمِ راز جو دل ہے وہ کہاں ہے یارب!
حرفِ آخر نہ یقیں ہے نہ گماں ہے یارب!
ان مسائل کا اُلجھنا نہ سُلجھنا کافی   اب یہ آیا ہے سمجھ میں کہ سمجھ ناکافی

۲

زندگی کیا ہے؟ جو امکان سے باہر وہ عمل
نہ کسی حل کا نتیجہ، نہ کسی چیز کا حل
وقت کے بحرِ رواں میں نہ ابد ہے نہ ازل
نظمِ خلقت ہے بظاہر متشاعر کی غزل
کیا ہے مفہوم غزل گو؟ یہ کہاں روشن ہے؟   بندشیں چُست، معانی میں بڑی اُلجھن ہے

۳

کوئی کہتا ہے کہ ہے عشق سے تکمیلِ حیات
کوئی کہتا ہے کہ ہے عقل سے انساں کی نجات
عیش و مستی میں گزرتے ہیں کسی کے لمحات
کوئی کہتا ہے کہ غم سے ہے دل و جاں کی نجات
پھنس کے کانٹوں میں گلِ تر پہ ہے غالب کوئی   پھول سے ہے خلشِ خار کا طالب کوئی

۴

چشمِ عارف میں اگر علم ہے مقصودِ بشر
جہل و مستی کے ثنا خواں ہیں کچھ اربابِ نظر
فہم و دانش ہے کہیں مشغلۂ زیست اگر
عمر ہوتی ہے کہیں نشۂ غفلت میں بسر
اوجِ انساں کی یہ پہچان نہ پہچان ہے وہ کوئی انجان ہے اس سے بھی کہ انجان ہے وہ

۵

بعض نظروں میں یہ حیرت کدۂ کون و فساد
کچھ نہیں مادّی قوت کا فقط ایک مواد
بعض کہتے ہیں فقط کُن ہے متاعِ ایجاد
بعض کہتے ہیں کہ ہے رُوح پہ تن کی بنیاد
کچھ کا دعویٰ کہ معاد اور ابد کچھ بھی نہیں بعض کہتے ہیں کہ جُز ذاتِ صمد کچھ بھی نہیں

۶

بعض کو ناز جو سر پنجۂ ادراک پہ ہے
بعض کو فخر فقط دامنِ صد چاک پہ ہے
بعض کی منزلِ مقصود گر افلاک پہ ہے
بعض کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے اسی خاک پہ ہے
بعض سرمستیِ باطن کو فسوں کہتے ہیں بعض آگاہیِ ظاہر کو جنوں کہتے ہیں

۷

خود شناسوں میں ہیں ایسے بھی کئی وقت شناس
جن کے افکار و عقائد کی نہیں کوئی اساس
کچھ مصر ہیں کہ ہر اک شے کا ہیں معیار حواس
بعض کہتے ہیں کہ سب کچھ ہے فقط وہم و قیاس
شکل ظاہر کی جو ہے حاصلِ فطرت ہے وہی جو نظر آتی ہے، ہر شے کی حقیقت ہے وہی

۸

مکتبِ علم و خبر کا ہے اک ایسا بھی نظام
جو سمجھتا ہے حقائق کو سراسر اوہام
کچھ کا دعویٰ کہ ہر اک دعویٰ تحقیق ہے خام
کچھ کا پیغام کہ باطل ہے یہاں ہر پیغام
کُفر و اسلام میں پوشیدہ سبق کچھ بھی نہیں بعض کہتے ہیں یہاں باطل و حق کچھ بھی نہیں

۹

بعض قائل کہ زمانہ ہے خدائے دوراں
بعض کہتے ہیں کہ ہرگز نہ زماں ہے نہ مکاں
ذکر بعضوں کی مجالسِ میں یہ چھڑتا ہے جہاں
کوئی معبود نہیں ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہاں
کچھ مشیت کو فقط ذہنِ رسا کہتے ہیں بعض انسان خود اپنے کو خدا کہتے ہیں

۱۰

لاکھ ہو شیوہٗ تحقیق و نظر سنجیدہ
نظمِ ہستی ہے حقیقت میں بہت پیچیدہ
جلوہٗ دوست نہ جانے ہے کہاں خوابیدہ؟
دل بھی محروم تجلّی ہے مثالِ دیدہ
دل میں ہے ذوقِ عمل اجرِ عمل غائب ہے نور حاضر ہے مگر نورِ ازل غائب ہے

۱۱

پھر بھی اک بات کی کرتے ہیں شواہد تائید
جرأتِ عشق ہے ابوابِ حقیقت کی کلید
ظن و اوہام کے ہرچند اندھیرے ہوں شدید
جھلملاتی ہے کہیں دُور بس اک شمع اُمید
لاکھ آئے نہ مری قیدِ گماں میں کوئی دل یہ کہتا ہے کہ ہے خلوتِ جاں میں کوئی

۱۲

جو یہ کہتے ہیں کہ معیارِ حقیقت ہیں حواس
جن کا دعویٰ کہ فقط عقل ہے عرفاں کی اساس
جو مُصر ہیں کہ حقائق ہیں ہمہ وہم و قیاس
آئیں وہ پاسِ ادب سے خضرِ عشق کے پاس
راہ، عرفان حقیقت کی دکھا سکتا ہے خضرِ عشق اُنہیں پار لگا سکتا ہے

۱۳

خضرِ عشق ہے کیا؟ دل کہ جسے غم سے ہو پیار
خضرِ عشق ہے کیا؟ دل کہ رہے زار و نزار
خضرِ عشق ہے کیا؟ دل کہ ستم سے ہو فگار
خضرِ عشق ہے کیا؟ دل کہ ہو وارفتۂ یار
یہی دل عشق کو جذبات سے بھر دیتا ہے یہی دل قلبِ مشیّت کی خبر دیتا ہے

۱۴

یہی دل، ماحصلِ کون و مکاں ہے، یہی دل
یہی دل مہر و محبت کا جہاں ہے، یہی دل
یہی دل سرِ عیاں رازِ نہاں ہے، یہی دل
یہی دل شاہدِ خلوت گہہِ جاں ہے، یہی دل
خود کشادِ گرہِ عشق ہے اُلجھن اس کی نغمۂ بربطِ اسرار ہے دھڑکن اس کی

۱۵

ظن و اوہام کے عکاس، نظر ہو کہ دماغ
اب رہی عقل تو آوارۂ آثار و سُراغ
ذہنِ انساں کو نہیں اپنی وضاحت سے فراغ
دل ہے البتہ شبستانِ معارف کا چراغ
اُس سے انوارِ حقیقت کا پتہ چلتا ہے کعبۂ جاں میں جو ننھا سا دیا چلتا ہے

۔۱۶۔

اُف یہ دل جس کی تگ و تاز کے پہلو ہیں عجیب
کبھی سلطانِ دو عالم، کبھی درویشِ غریب
کبھی تحقیق سے دُور اور کبھی حق سے قریب
آپ بخشندۂ حُب، آپ محُب، آپ حبیب
فکرِ مخلوق بھی ہے خالقِ افکار بھی ہے   خود پُر اسرار بھی ہے محرمِ اسرار بھی ہے

۔۱۷۔

ذہنِ انساں کا ہیں موضوع انوکھے مضموں
خرد و بے خردی شک و یقیں، عقل و جنوں
جہل و دانش خبر و واہمہ اعجاز و فسوں
غرض آدم کی جبلّت ہے کبھی کیا کبھی کیوں
واہم و شک عارفِ کامل کے لیے کچھ بھی نہیں   یہ کبھی کیا کبھی کیوں؟ دل کے لیے کچھ بھی نہیں

۔۱۸۔

اے خوشا دل کہ ازل سے ہو جراحت خوردہ
جوششِ اشک سے اک قریۂ دریا بُردہ
اے خوشا دل کہ مسرت سے رہے آزردہ
دلِ افسردہ؟ عجب شے ہے دلِ افسردہ؟
کیا کہیں دل کو جو انعام ملا ہے غم ہے   دل سے انساں کی جلا، دل کی جلا ہے غم ہے

۔۱۹۔

غم بھی دنیا میں بہت سے غمِ جاناں غمِ جاں
کوئی غم دیں کے لیے کوئی برائے دوراں
فکر کے رُوپ بہت فکرِ چنیں، فکرِ چناں
درد کے رنگ کئی دردِ بشر، دردِ جہاں
دردِ دل ایک ہی ہے، دردِ جگر ایک ہی ہے   غم ہزاروں، غمِ جاوید مگر ایک ہی ہے

۲۰

غم سے کتنے ہی مثالاً اثر اندوز ہوں ہم
محو ہو جاتا ہے کچھ دن میں ہر اک نقشِ الم
غمِ دوراں کی قسم فطرتِ انساں کی قسم
غمِ جاوید ہے اک زندۂ جاوید کا غم
غم ہے جاوید اسی سے بہ قسم کہتے ہیں ہائے غم اُس کا جسے کُشتۂ غم کہتے ہیں

۲۱

غم کو بخشی نئی صورت نئی سیرت جس نے
کی عطا آنکھ کو اشکوں کی بصیرت جس نے
ڈھال دی درد کے قالب میں مسرت جس نے
عظمتِ غم کو عطا کی ابدیّت جس نے
دلِ مردہ کو دیا حکم بہر طور تڑپ رُوحِ انساں کو سکھایا کہ تڑپ اور تڑپ

۲۲

زخمِ سینہ میں کہاں رنگِ بہار اس کے بغیر
داغِ حسرت میں نہیں کوئی نکھار اس کے بغیر
بے قراری میں کہاں رُوحِ قرار اس کے بغیر
عالمِ درد فقط، رنجِ خمار اس کے بغیر
ہے وہ غم خوار تو شائستۂ اظہار ہے غم اُس سے نسبت نہیں غم کو تو بہت خوار ہے غم

۲۳

غمِ شبیرؑ نے ہر عہد کو بخشا وہ شعور
جس کے آگے کبھی چلتا نہیں باطل کا غرور
چشمِ بینا سے نہیں ہے یہ حقیقت مستور
خود ہے تاریخ کو اس غم کی اشاعت منظور
جب بھی رنگِ ستم و جور نکھر جاتا ہے ایسے عالم میں یہ غم اور نکھر جاتا ہے

۔۲۴۔

جب بھی میدان میں نکلا کوئی فرزندِ زیاد
جب بھی ماحول سے اُبھرا کوئی بانیٔ فساد
جب بھی اک حد سے بڑھی عہدِ ستم کی میعاد
جب بھی حق کوش جوانوں نے کیا عزمِ جہاد
جب بھی انساں نے صداقت کا علم لہرایا   بڑھ کے تاریخ نے یہ پرچمِ غم لہرایا

۔۲۵۔

عدل کو جور نے ٹوکا سرِ میداں جب بھی
ظلم وانصاف ہوئے دست وگریباں جب بھی
نوعِ آدم میں بڑھی جرأتِ عصیاں جب بھی
اپنے مرکز سے ہٹی فطرتِ انساں جب بھی
ستم و جور کے سیلاب کو ٹوکا اس نے   بڑھ کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا اس نے

۔۲۶۔

کربلا! تیرے شہیدوں کا یہ غم جانِ حیات
جس سے رُوحوں کو نمو جس سے ارادوں کو ثبات
اپنے اشکوں میں جو پوشیدہ ہیں طوفاں کے نکات
وہ تری مرحمتِ خاص ہیں اے ارضِ فرات
نام لیوا ترے ڈرتے ہیں کہیں خطروں سے   ہم نے دریاؤں کو جیتا ہے انہی قطروں سے

۔۲۷۔

رُوحِ بیداریٔ اسلام ذرا زور سے چیخ
کس نے کھینچا ورقِ کُفر پہ خطِ تنسیخ
بول اے گردشِ ایام، پکار اے تاریخ
کس نے ہر عہد میں کی ظلم کی زجر و توبیخ
کچھ نہیں صرف ہمیں دادِ وفا ہی دینا   کربلا! اپنی شہادت کی گواہی دینا

۲۸

ہم کو اصغرؑ نے بتایا کہ شہادت کیا ہے
ہم کو اکبرؑ نے سکھایا کہ حمیت کیا ہے
ہم نے قاسمؑ سے لیا درس کہ غیرت کیا ہے
ہم نے عباسؑ سے سیکھا کہ شجاعت کیا ہے
ضبط کے درد رسیدوں سے سبق ہم نے لیے زندہ رہنے کے شہیدوں سے سبق ہم نے لیے

۲۹

ہم نے فضہ سے یہ سیکھا کہ ولا کیا شے ہے
ہم نے بانو سے یہ سمجھا کہ رضا کیا شے ہے
ہم کو زینب نے بتایا کہ وفا کیا شے ہے
ہم کو عابد نے سکھایا کہ دُعا کیا شے ہے
جتنے رستے ہیں اسی منزلِ مقصد سے ملے عزم کے درس ہمیں عون و محمد سے ملے

۳۰

منزل صبر و رضا، اسوۂ پاکِ شبیرؑ
مقصدِ شوق و ولا، اسوۂ پاکِ شبیرؑ
مسلکِ رنج و بلا، اسوۂ پاکِ شبیرؑ
مذہبِ مہر و وفا، اسوۂ پاک شبیرؑ
تو نہ اے مذہبِ بے رُوح ہمیں جان اپنا بس فقط اسوۂ شبیرؑ ہے ایمان اپنا

۳۱

کون شبیرؑ؟ وہ اسرارِ مشیت کا امیں
کون شبیرؑ؟ وہ کاشانۂ وحدت کا مکیں
کون شبیرؑ؟ وہ سرتا بہ قدم دینِ مبیں
جس کے اک ہاتھ میں دنیا ہے تو اک ہاتھ میں دیں
کفر و اسلام کا معیار محبت جس کی حق و باطل کی ترازو ہے شہادت جس کی

_۳۲_

جس کا خوں غازۂ سلمائے عمل ہے وہ حسینؑ
جس کا دل مخزنِ اسرارِ ازل ہے وہ حسینؑ
جو ہر اک مسئلہ عشق کا حل ہے وہ حسینؑ
جس کا دم فدیۂ خلّت کا بدل ہے وہ حسینؑ
چل بسا جو رہِ ہستی میں مگر زندہ ہے   دل سے نکلے ہوئے لفظوں کا اثر زندہ ہے

_۳۳_

وہی شبیرؑ، وہی تشنۂ دریائے فرات
خون سے جس کے ہے سیرابیِ گلزارِ حیات
جس کی ہمت ہے ازل اور ابد جس کا ثبات
جلوہ آرائے صفات اور پھر آئینۂ ذات
کب فقط زیست کو اک روح نئی بخشی ہے   موت کو جس نے حیاتِ ابدی بخشی ہے

_۳۴_

موت ٹل جاتی ہے یوں ذکر اٹل ہے اس کا
دل بدل دیتا ہے، کیا کوئی بدل ہے اس کا؟
آنکھ جھک جاتی ہے وہ نورِ ازل ہے اس کا
رُوح چونک اُٹھتی ہے وہ ذوقِ عمل ہے اس کا
اس سے توحید کی عظمت ہے وحید ایسا ہے   ناز ہے جس پہ شہادت کو شہید ایسا ہے

_۳۵_

کر سکی بال نہ بیکا سپہ جور اُس کا
جس قدر ظلم ہوئے عشق بڑھا اور اُس کا
ذکر ہوتا ہے بہر حال بہر طور اُس کا
وہ ہر اک دور کا مالک ہے، ہر اک دور اُس کا
سب جسے عہدِ حیاتِ ابدی کہتے ہیں   ہم اُسے عصرِ حسینؑ ابنِ علیؑ کہتے ہیں

۳۶

نوعِ انساں کو ہوا جب بھی حقیقت کا شعور
رُوح آدم کو ہوا جب بھی غلامی سے نفور
حد سے جس دن بھی بڑھا قوتِ باطل کا غرور
جب بھی فطرت کو ہوا کوئی تغیر منظور
ذہن میں یادِ حسینؑ ابنِ علیؑ کی آئی
پیروی کام ولی ابنِ ولی کی آئی

۳۷

یاد رکھتا ہے بھلا کون؟ کسے آج ہے یاد؟
کس جہاں میں تھا دمشق اور کہاں ہے بغداد؟
مگر اے کرب و بلا، آج بھی تو ہے آباد
کہ تری گنجِ شہیداں پہ رکھی ہے بنیاد
کربلا آج بھی زندہ ہے دمشق آج کہاں
یاد تیری ہے کسی اور کا عشق آج کہاں

۳۸

جو یہ کہتے ہیں کہ معیارِ حقیقت ہے خرد
تا درِ عقل، فقط جن کی رسائی کی ہے حد
جن کی نظروں میں بجز وہم نہیں ذاتِ احد
جو مُصر ہیں کہ نہیں عشق کا کوئی مقصد
کربلا! وہ ترے اسرار سے واقف ہوتے
کاش وہ محرمِ اسرار و معارف ہوتے